بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# نظرات

دار العلوم دیوبند ایشیا میں مسلمانوں کی سب سے بڑی دینی درس گاہ ہے۔ اسی درس گاہ کی کوششوں کا یہ اثر ہے کہ آج ہند و پاک کے مسلمانوں میں شعائرِ دینی کا جو احترام اور رسومِ شریعت کے ساتھ جو گہرا لگاؤ اور تعلق ہے وہ خود عرب ممالک کے مسلمانوں تک میں نہیں ہے۔ تقسیمِ ہند سے قبل اس درس گاہ کا سالانہ بجٹ دو لاکھ روپیہ سالانہ ہوتا تھا اور اس وقت غیر منقسم ہندوستان کے تمام مسلمانوں کی امداد اس کو حاصل تھی۔ ملک میں مسلمانوں کی بڑی بڑی زمینداریاں قائم تھیں۔ حیدر آباد اور بھوپال ایسی بڑی ریاستیں تھیں جو دار العلوم کی برابر مستقل طور پر مدد کرتی رہتی تھیں لیکن تقسیم کے بعد زمین آسمان ہی بدل گئے۔ ایک طرف تو یہ ہوا کہ مختلف شعبہ جات میں غیر معمولی ترقیات اور اُن کے کاموں میں پھیلاؤ اور پھر گرانی کے باعث دار العلوم کا سالانہ بجٹ دو لاکھ سے ترقی کر کے پانچ لاکھ تک پہنچ گیا اور دوسری جانب ملک کے دو ٹکڑے ہو گئے جس کے نتیجہ میں ہند کے مسلمانوں کے عام اقتصادی حالات ابتر ہو گئے۔ زمینداری کا خاتمہ ہو گیا اور اس طرح ہزاروں کی خیر خیرات کرنے والوں کو خود روٹیوں کے لالے پڑ گئے ریاستیں قایم ہی نہیں۔ حکومت کی امداد قبول کرنا دار العلوم کی وضع کے ہمیشہ خلاف رہا ہے اس لئے گورنمنٹ گرانٹ یا ایڈ کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ظاہر ہے کہ ان صبر آزما حالات میں ہمارے قومی اور ملی کاموں کے بقا کی شکل اس کے سوا کچھ اور نہیں ہے کہ عام مسلمان ان اداروں کے وجود کی اہمیت و ضرورت کو محسوس کریں اور اُن کی مالی امداد کے لئے جو کچھ وہ کر سکتے ہوں کریں۔ آج کل مسلمانوں کے تمام ہی اداروں کا حال نہایت زبوں ہے جس کا اندازہ اُن اپیلوں سے ہو سکتا ہے جو اخبارات میں مختلف اداروں اور جماعتوں کی طرف سے شائع ہوتی رہتی ہیں اور جن کے سفراء اور نمائندے کلکتہ اور بمبئی اور دوسرے شہروں کی خاک چھانتے پھرتے ہیں اس سلسلہ میں دار العلوم دیوبند کے مہتمم صاحب کی طرف سے بھی ایک پر زور اپیل گذشتہ دنوں اخبارات میں چھپی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانانِ ہند کی یہ دیرینہ عظیم الشان دینی درس گاہ بھی آج کل سخت قسم کی مالی دشواریوں سے دوچار ہے۔ اسلامیانِ ہند کا فرض ہے کہ وہ وقت کی اس نزاکت کو محسوس کریں اور دار العلوم کو اُس کی مالی مشکلات سے نجات دلانے کے لئے

صرف ہنگامی اور وقتی طور پر نہیں بلکہ اُس کی مستقل امداد کا کوئی ایسا انتظام کر دیں کہ دار العلوم کو پھر آئے دن کے یہ خطرات پیش نہ آئیں۔

اس سلسلہ میں ہماری تجویز یہ ہے کہ ابنائے قدیم دار العلوم دیوبند کی باقاعدہ تنظیم کر کے ان کو بھی اس پر آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنی آمدنی کا ایک حصہ مستقل ماہانہ امداد کے طور پر دار العلوم کو بھیجیں۔ اس طرح اگر دس ہزار ابنائے قدیم بھی ایک ایک روپیہ ماہوار دینے پر رضامند ہو گئے تو دس ہزار روپیہ ماہانہ کی مستقل آمدنی کی صورت پیدا ہو جاتی ہے حالانکہ ہمارا یہ اندازہ کم سے کم ہے۔ کیوں کہ عام اندازہ کے مطابق ابنائے قدیم کی تعداد دس ہزار سے کہیں زیادہ ہو گی۔

مدارسِ عربیہ کے نصاب میں اصلاح و تبدیلی کی ضرورت ایک عرصہ سے محسوس کی جا رہی ہے لیکن افسوس ہے کہ شدید ضرورت اور وقت کے اہم مطالبہ کے باوجود اس طرف کوئی موثر قدم نہیں اٹھایا گیا۔ دار العلوم دیوبند کے بیدار مغز ذمہ دار اصحاب کو بھی اس کا احساس تھا لیکن دلوں میں اطمینان نہ ہونے کے باعث اس احساس نے عملی جامہ نہ پہنا لیکن خوشی کی بات ہے کہ دار العلوم کی موجودہ مجلس شوریٰ کو اس طرف توجہ ہوئی اور اس نے متعدد حضرات پر مشتمل ایک کمیٹی بنا دی ہے جو جدید علمی و دینی تقاضوں کے پیش نظر ایک نیا نصاب مرتب کر کے پیش کرے گی اور مجلس شوریٰ غور کر کے اُس کی نسبت کوئی آخری فیصلہ کرے گی۔ اس میں شبہ نہیں کہ مجلس شوریٰ نے یہ کمیٹی مقرر کر کے بڑی بیدار مغزی کا ثبوت دیا ہے۔ جس پر وہ ہر انصاف پسند کی طرف سے مبارک باد کی مستحق ہے لیکن اس معاملہ میں سب سے بڑا اہم اور کٹھن فرض نصاب کمیٹی کا ہے۔ اس کو بڑی وسعت نظر کے ساتھ یہ طے کرنا ہو گا کہ دار العلوم دیوبند کی کل مدت تعلیم کتنی ہونی چاہیئے؟ اس مدت کو کتنے حصوں میں تقسیم کیا جائے اور ہر حصہ میں کن کن مضامین کی تعلیم دی جائے۔ پھر اُس کو یہ بھی بتانا ہو گا کہ کون کون سے مضامین لازمی ہوں گے اور کون سے اختیاری؟ اور اُن مضامین کی تعلیم کا طریقہ کیا ہو گا۔

آج یورپ اور امریکہ کے محققین نے اسلامی علوم و فنون سے متعلق جو کاوشیں کی ہیں انھوں نے اسلامی تاریخ، اسلامی فلسفہ، اسلامی فقہ اور اسلامی علم الکلام ان میں سے ہر چیز کے متعلق بحث و استدلال اور غور و فکر کے طریقہ کو بدل دیا ہے اور اُس میں اتنی وسعت پیدا کر دی ہے کہ جب تک کوئی عالم اس

طرز سے آشنا نہیں ہوگا وہ علمی طور پر اسلام کی خدمت ہرگز نہیں کر سکتا، تاریخ جس کی حقیقت پہلے نیم فسانہ کی تھی آج ایک نہایت مربوط اور منضبط سائنس ہے۔ جغرافیہ پھیل کر اب اتنا وسیع ہوگیا ہے کہ متعدد علوم وفنون کی تعلیم کے بغیر اُس کا عالم بننا مشکل ہے۔ ادب کا دائرہ پہلے بھی اس قدر وسیع تھا کہ اٹھارہ بیس علوم وفنون کے بغیر کوئی شخص ادیب نہیں بن سکتا تھا۔ لیکن آج کل تو اُس کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ سائنس کے سوا ہر چیز اُس کے اندر شامل ہے۔ پھر تحقیق کی تیز رفتاری کا یہ حال ہے کہ کل تک جو باتیں فلاسفہ کے نزدیک مسلمات میں سے تھیں آج اُن کی بے حقیقتی اظہر من الشمس ہے" غرض کہ علوم وفنون کی اس نئی دنیا میں ہمارے علما اُس وقت تک اسلام کو ایک زندہ۔ متحرک جامع اور کامل دین کی حیثیت سے پیش نہیں کر سکتے جب تک کہ وہ خود عہدِ جدید کی علمی زبان میں گفتگو کرنے کے اہل نہیں ہوں گے۔ عیسائیت اس زبان میں گفتگو کرنے سے عاجز رہی تو آج اُس کا نتیجہ یہ ہے کہ مذہب کا رشتہ زندگی سے منقطع ہوگیا اور وہ محض ایک رسمی چیز ہو کر رہ گیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر اسلام کو امام رازی۔ امام غزالی۔ ابن رشد اور شاہ ولی اللہ جیسے ترجمان نہ ملتے تو اُس کی حیثیت بھی وہی ہوجاتی جو عیسائیت کی ہے۔ اسی بنا پر ہم جب کبھی اصلاحِ نصاب کی ضرورت پر زور دیتے ہیں تو اُس سے مقصد ہرگز مولانا کو مسٹر بنانا نہیں ہوتا بلکہ صرف یہ ہوتا ہے کہ علماء اُسی شرابِ کہنہ کو جامِ نو میں پیش کرنے کے اہل ہوں اور وہ آج کل کی علمی مجلسوں میں شریک ہوکر اسلام کی نمائندگی کر سکیں۔

---

ندوۃ المصنفین نے حسب معمول روایت ۱۹۵۶ء میں بھی متعدد اہم کتابیں شائع کی ہیں جن میں سب سے اہم اور نہایت جہتم بالشان کتاب ترجمان السنہ جلد سوئم ہے جن حضرات کو اس کتاب کی پہلی دونوں جلدوں کے مطالعہ کا موقعہ ملا ہے وہ جانتے ہیں کہ اگر ادارہ صرف یہی ایک کتاب شائع کرتا تب بھی وہ کہہ سکتا تھا "شادم از زندگیِ خویش کہ کارے کردم"

اُس کتاب کے مقدس و متبرک اور مفید و معتبر ہونے میں کس کو کلام ہوسکتا ہے جس میں عہدِ حاضر کے بلند پایہ عالم اور محدث مولانا بدر عالم نے صحیح احادیثِ نبوی کو جمع کیا ہو اور اُن سے متعلق مبسوط و مفصل فقہی اور کلامی بحثیں کی ہوں۔ اور ان سب پر طرہ یہ کہ اس اہم کام کی ترتیب بھی خاص آستانۂ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر سر انجام پائی ہو۔

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجائے ہے     میں اسے دیکھوں بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے

---